ادھیاپک کا مہاویر جی کے ساتھ راجہ صاحب کے پاس پہنچنا

استاد صاحب راجکمار کو ساتھ لیکر راستہ میں اپنے خیالی گھوڑے دوڑاتے ہوئے اور قیاسی اُدھیڑ بن میں لگے ہوئے راج محل میں پہنچ گئے۔ باقاعدہ اطلاع بھجوا کر راجہ صاحب کے حضور میں جا پہنچے۔ راجہ صاحب نے استاد صاحب کا بڑا استکار کیا اور بڑی آ ؤبھگت دکھائی۔ پھر بڑی توقیر سے اپنے پاس بٹھایا۔ آنند منگل پوچھنے کے بعد راجہ صاحب نے تشریف آوری کا سبب پوچھا۔ استاد صاحب نے اپنی کم لیاقتی کا احساس کرتے ہوئے کچھ نادم سا ہو کر پریم اور سچائی کو ہاتھ سے نہ دیتے ہوئے کہا۔

" اے راجن! یہ ایکا پتر جو کچھ ہو۔ اس ننھی سی عمر میں ہی اس کی لیاقت اتنی بے اندازہ ہے کہ اس کے سامنے میں تو اپنے آپ کو ہیچ سمجھتا ہوں۔ نہ صرف میں بلکہ دیگر بڑے بڑے ودوان بھی اس کے فہم و ذکا۔ اس کی تعلیمی قابلیت اور اس کی ذہانت کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ لڑکا جلدی ہی اپنے گیان قابلیت اور ودیا سے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈالیگا۔ اور سویم بدھ " یعنی بھسم گیانی کہلائیگا۔ خوبی یہ ہے کہ اس کے اندر غرور یا کینہ کا نام بھی نہیں ہے اس کے طبعی اوصاف ظاہر کرتے ہیں کہ تیاگ میں یہ اپنی مثال آپ ہوگا۔ اور اپنی زندگی میں اہنسا دھرم کا ایک زبردست محرک و مؤید ہوگا۔ جب سے یہ بچہ میری پاٹھ شالہ میں داخل ہوا ہے۔ میں نے اسے ایک لفظ تک نہیں پڑھایا۔ بلکہ برعکس اس کے میں نے خود اس سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ پیشتر ازیں مجھے اپنی ودیا اور گیان کا بڑا ابھیمان تھا۔ لیکن اب میں اپنے آپ کو بالکل حقیر سمجھتا ہوں اور ایسا محسوس کرتا ہوں کہ مجھے آتا ہی کچھ نہیں۔ ایک اور فائدہ میری پاٹھ شالہ کو پہنچا ہے کہ اس بچے کی قابلیت اور ذہانت کو دیکھ کر پاٹھ شالہ کے کُند ذہن

غبی اور نالائق لڑکوں کے دل میں بھی محنت کرنے اور قابلیت پیدا کرنے کی رغبت پیدا ہو گئی ہے اور اس بچے کے آدرش آچرن نے اُن کے دلوں پر ایک گہرا اور دُور رس اثر ڈالا ہے۔ ہاں راجہ صاحب چھوٹا مُنہ بڑی بات ہے میں اپنی صافگوئی کی معافی مانگتا ہوا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اس بچہ کو میری پاٹھ شالہ میں محض میری آزمائش کے لئے بھیجا ہے۔ میری ذہانت اور فہم کا تخمینہ لگانے کے لئے اسکی جانچ کرنے کیلئے بھیجا ہے میری لیاقت اور وِدیا کا آپنے امتحان لینا چاہا ہے۔ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے۔ اس میں نہ ترمیالغہ ہے اور نہ خوشامد میں نے بالکل راست حقیقت عرض کی ہے۔

راجہ صاحب نے آگے سے بڑے پریم سے کہا۔ ماسٹر صاحب! آپ کا یہ خیال درست نہیں ہے۔ آپ ہرگز یہ خیال دل میں نہ لائیں۔ ادھیاپک صاحبان کا امتحان ؟ ماشا اللہ! ہرگز نہیں! لڑکپن ہی تعلیم حاصل کرنے کا زمانہ ہوتا ہے کم ازکم رواج تو پورا کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہم ہی ان نیک رواجات اور دھارمک رسوم کو ترک کر دیں۔ اور اچھی طرح سے ان کا پالن نہ کریں تو ممکن ہے کہ بُری مثال کی پیروی کرتے ہوئے باقی لوگ بھی چھوڑ بیٹھیں۔ کیونکہ کہا ہے "جیسا راجہ تیسا پرجا" اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ دھرم کو تلانجلی دے بیٹھیں گے۔ تمام اچھے رسوم سے مُنہ موڑلیں گے۔ اور پھر دھرم کا نام و نشان ہی مٹ جائے گا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ایک لڑکا پڑھانے کے ساتھ ہی اسباق کو یاد کر لیتا ہے دوسرا کچھ تھوڑی کوشش سے یاد کرتا ہے۔ اور تیسرا خواہ کتنی مغز پچی کی جائے خواہ ہزار بار بھی اسے پڑھایا اور سکھایا جائے۔ وہ بات اس کے دماغ میں بیٹھتی ہی نہیں چکنے گھڑے کی طرح کورے کا کورا رہ جاتا ہے۔ یہ سب کچھ پچھلے جنم کی محنت اور بھلے یا بُرے کرموں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ خواہ کچھ بھی ہو۔ میرے بیٹے کی سابقہ زندگیوں کی حاصل کی ہوئی لیاقت اور یاد داشت پاٹھشالہ میں جانے سے ہی پیدا ہوئی ہے اور اس کا سہرا آپ کے ہی سر پر ہے

اسلئے اس بارہ میں آپکو ذرا بھی وہم نہ کرنا چاہیئے۔ میں آپکی اس راست روی اور صاف گوئی سے بہت خوش ہُوا ہوں۔ میں آپ جیسے عالم باعمل سے ایسی ہی توقع رکھتا تھا۔ اور اسی لئے آپ جیسے راست گفتار انسان کے سپرد میں نے اپنے بیٹے کو کیا تھا۔ میری تو خواہش تھی کہ یہ لڑکا کچھ دیر تک اور پاٹھشالہ میں رہتا۔ لیکن اگر آپکی ایسی ہی مرضی ہے تو میں اسے اُٹھا لیتا ہوں ؟

یہ کہہ کر راجہ نے راجکمار وردھمان کو کہا کہ تم اپنے ہاتھ سے بہت سا دھن اپنے گورو کو دو۔ چنانچہ گورو جی بہت سا دھن مال پا کر خوش خوش اشیرباد دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

اس سارے واقعہ سے ہمیں صاف پتہ لگتا ہے کہ :-

(۱) پُرانے وقتوں میں ایک ادھیاپک اپنے شاگرد سے کیا سلوک روا رکھتا تھا۔ اور وہ اپنی ذمہ داری کو کس طرح محسوس کرتا تھا۔

(۲) والدین اور سرپرست اپنے بچوں کو گوروؤں کی تفویض میں پُورا پُورا بھروسہ کر کے دیتے تھے۔

(۳) بچے کیسے شائستہ اور نیک اطوار ہوتے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے گورو کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔

(۴) معلم اور متعلم کا آپس میں کتنا رابطۂ محبت ہوتا تھا۔

موجودہ حالت کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اُستادوں کی پگڑیاں اُچھالی جاتی ہیں۔ ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ان کو خفیف کیا جاتا ہے۔ جو لڑکا اس بات میں پیش پیش ہو۔ وہ بہادر سمجھا جاتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر اودھم مچا کر ہڑتالیں کی جاتی ہیں۔ سکولوں اور کالجوں کے فرنیچر، گملے، کرسیاں اور دیگر سامان توڑا پھوڑا جاتا ہے۔ اور پھر یہ سب کچھ کر کے اس کو فخر سے بیان کیا جاتا ہے۔ افسوس! حالت از کجا تا بکجا رسید! کیا کوئی وقت آئیگا۔ کہ پھر سے وہی پرانا زمانہ آئے کہ اُستاد اور شاگرد کے

درمیان پھر وہی خوشگوار تعلقات پیدا ہوں۔ پھر وہی سچے پریم کا سلسلہ جڑ جائے
جہاں آج لڑکوں کا رویہ قابل اعتراض اور ان کی روش قابل تاسف ہے
وہاں معلم لوگوں کا نظریہ بھی اور ان کا سلوک بھی قابل ستائش نہیں وہ
بھی یہی خیال کرتے ہیں "کوئی مرو کوئی جیو سُتھرا گھول بتاشہ پیوے" انہیں بھی اپنی
تنخواہ کے ٹکوں سے کام ہے۔ وہ بھی بیگار پوری کرتے ہیں۔ ان کو بچوں کی تعلیم
یا چال چلن یا جسمانی و دماغی ترقی کا ذرا خیال نہیں۔ بلاشبہ تالی دونوں ہاتھوں
سے بجتی ہے۔ تاہم لڑکوں کو اپنا فرض زیادہ احتیاط اور خبرداری سے نبھانا
چاہیئے۔ اس میں ان کا اپنا بھلا ہے۔ جیسے خیالات وہ اس عمر میں بنا لیں گے
جو ترقی اس زمانہ میں کر لیں گے۔ وہی ان کی آئندہ زندگی بنانے والے ہونگے

راجکمار وردھمان جی کی شادی

ہم پاٹھ شالہ کے گورو جی کی زبانی راجکمار وردھمان کے اوصاف اور انکی قابلیت اور ذہانت کی تعریف سُن چکے ہیں۔ اس کے بعد لوگوں کو راجکمار کی خوبیوں اور عجیب وغریب ذہانت، حوصلہ دلیری اور دل کے دیکھنے کے اور کئی مواقع ملے اس طرح سے لوگ اُن کے گرویدہ ہو گئے اور سب کے سب اسکو مہاویر کے نام سے ہی پکارنے لگے۔ کیونکہ یہی نام اُس کی کردار اور گفتار کو سزاوار تھا۔ انکے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی ایک شان ٹپکتی تھی۔ اور اس کی معمولی معمولی باتوں سے بھی اس کی عظمت کا ثبوت ملتا تھا۔ لوگ اِن سب باتوں کو دل میں محسوس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "یہ ایک مہان آتما جیوماتر کا کلیان کرنے کیلئے اس سنسار میں پدھاری ہے کیونکہ اس بات کی تصدیق اس کے ہر ایک کلام اور فعل سے ہوتی ہے اور اس کے جسم پر کے نشانات بھی اس خیال کی تائید کرتے ہیں"۔

اس طرح سے اپنے ماتا پتا۔ رشتہ داروں اور دوسرے لوگوں کو قدم قدم پر حیرانی میں ڈالتے ہوئے مہاویر سوامی جی شُکل پکش کے چندرماں کی طرح بڑھنے لگے رفتہ رفتہ لڑکپن کی عمر سے نکل کر وہ ایک خوبصورت نوجوان بن گئے۔ اگرچہ ماتا پتا نے مہاویر جی کی غیر معمولی ذہانت۔ دھرم پریم۔ بُردباری۔ استقلال اور دیگر روزانہ زندگی کے عجیب وغریب واقعات سے اس کی آئندہ زندگی کے متعلق اندازہ لگا لیا تھا۔ تاہم اپنے بیٹے کی محبت کے زیر اثر انہوں نے اس کی شادی کے لئے ایک اچھی کنیا تلاش کرنی شروع کی۔ ایک ہم عصر راجہ سمرویر کے ہاں یشودھا نامی لڑکی تھی اس کی عمر قابل شادی تھی۔ راجہ سمرویر نے اپنے آدمی اپنی بیٹی کے لئے ایک اچھے ور کی تلاش کے لئے روانہ کئے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے واپس آکر راجہ سمرویر سے راجکمار وردھمان یا مہاویر کی لیاقت۔ دانائی تعلیم

اور بہادری کے قصے بیان کئے تو راجہ صاحب کو یہ سب کچھ سُنکر بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے فوراً اپنے مشیر کاروں کو حکم دیا کہ راجہ سدھارتھ کے دربار میں حاضر ہوکر اس کی طرف سے راجکماری یشودھا کا ناطہ پیش کریں۔ راجہ سدھارتھ نے ان لوگوں کا بڑے آدر سے سوآگت کیا۔ اور دوران گفتگو میں ان لوگوں سے کہا کہ میں اور میری مہارانی ترشلا جی آپ لوگوں کے بڑے مشکور ہیں کہ آپ نے یہ تکلیف فرمائی ہے اور ہمیں اس قابل سمجھا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنی جیون حیات میں اپنے پیارے بیٹے کا بیاہ کارج دیکھیں لیکن ایک بات کہنے سے میں کوئی جھجک نہیں کرتا کہ اگرچہ اپنے بیٹے کے غیر معمولی اور عجیب وغریب کاموں کو دیکھ کر ہم پھولے نہیں سماتے لیکن ساتھ ہی ہمارا دل بیٹھا جاتا ہے۔ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ایسے لڑکے کا دیر تک گرہست کے دھندوں میں پھنسا رہنا ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ اس قدر حلیم الطبع۔ رحمدل، سخی اور نفس کش ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ دُنیا کے کاروبار کو لات مار کر الگ ہوجائیگا۔ اس کا یہ تیاگ بھاو کوئی نیا نہیں بلکہ یہ اس کا روز پیدائش سے ہی موجود تھا۔ اور اس وقت سے ہی یہ ترقی پذیر ہورہا ہے۔ ہم نے اس کے خیالات کو بدلنے کی کوشش کی ہے۔ کئی طرح کے کھیل تماشے اور جی بہلاوے کے سامان اس کے سامنے لائے گئے ہیں۔ لیکن اس کی رغبت ہرگز اس طرف نہیں جاتی۔ اور وہ پہاڑ کی طرح اچل رہا ہے۔ بڑی سے بڑی خوشی اور بڑے سے بڑا رنج اس کی شانتی کو نہیں ہلا سکا۔ اس کے دھیریہ پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک ہم نے اس کی شادی کے سوال کو معرض التوا میں ڈالے رکھا۔ ہم نے کئی دفعہ خیال کیا کہ یہ تجویز اس کے سامنے رکھیں۔ لیکن اس بات کا احساس دل میں کرکے چپ رہے کہ ویراگ کے متعلق یہ اس کے دلائل ہونگے ان کے سامنے ہماری یہ تجویز کھوکھلی ہوگی اور ہمیں کوئی جواب بن نہ پڑیگا۔ نہ ہم اس کو اس بارہ میں اپنا ہم رائے بنا سکیں گے۔ اب ہم آپ لوگوں کی مدد سے یہ سوال راجکمار کے سامنے رکھنے کی جرأت کریں گے بلکہ ہم یہ کام اس

کے دوستوں اور بہجولیوں کے سپرد کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ راجکمار کی خوش قسمتی سے وہ مان جائیں۔ بہرحال ہم ہر طرح سے پوری کوشش کریں گے اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔ آپ نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ ہمیں اس ناطہ کی بڑی توقیر ہے اور اس گھر سے رابطۂ اتحاد پیدا کر کے ہمیں بھی خوشی ہو گی۔

تب راجہ سدھارتھ نے راجکمار کے متر منڈل کو بلوا بھیجا۔ جب وہ راج محل میں آ گئے۔ تو سب باتیں انہیں اچھی طرح سے سمجھا کر یہ کام ان کے سپرد کیا گیا۔ ساتھ ہی راجہ نے انہیں کئی قسم کے انعام و اکرام دینے کا وعدہ کیا۔ تاکہ وہ پوری تندہی اور لگن سے اس کام کو سرانجام دیں۔ تب وہ دوستوں کا ٹولا حسب معمول راجکمار کے پاس گیا۔ لیکن شادی کا کوئی ذکر نہ کر کے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ تاکہ راجکمار کو یہ خیال نہ ہو کہ وہ خاص اس مطلب کے لئے آئے ہیں۔ دوران گفتگو میں مناسب موقعہ تاڑ کر چند دوستوں نے شادی کا سوال اس کے سامنے اٹھایا۔ اور باقی سب نے اُسکی پُرزور تائید کی۔ جونہی راجکمار کو اپنے دوستوں کے ارادہ سے آگاہی ہوئی تو اس نے فرمایا

"دوستو! آپ لوگ کافی عرصہ سے میری مصاحبت میں رہتے ہو۔ اور میری طبعیت سے پورے طور پر واقف ہو۔ آپ لوگوں نے میرا میلان طبع دیکھا ہو گا۔ کہ مجھے اس دُنیا کے دھندوں سے فراغت پانی ہے۔ باوجود اس کے آپ اس قسم کی تجاویز میرے سامنے رکھتے ہو۔ مجھے آپ کے اِن ناپاک خیالات پر افسوس آتا ہے"

دوستوں نے راجکمار کو اس طرح جواب دیا:۔

"پیارے راجکمار! آپ بالکل ٹھیک فرماتے ہیں۔ ہم آپ کے دلی جذبات کو پوری طرح سے جانتے ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ دُنیاوی خوشی روحانی سرور کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہوتی۔ لیکن آپ خود ہی ہمیں نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ ماں باپ کی فرمانبرداری ہر ایک بیٹے کا فرض اولین ہے۔ ہم آج آپ کو اسی فرض کی یاد دلانے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ کے ماتا پتا اپنے آپ کو بڑے خوش قسمت مانتے ہیں کہ انہیں آپ جیسا آدرش بیٹا ملا ہے۔ لیکن انہیں اس بات کی بھی بڑی خواہش ہے

کہ وہ اپنی آنکھوں سے آپ کی شادی کی رسم بھی دیکھیں۔ صرف آپ کے والدین ہی اس مبارک موقعہ کے دیکھنے کے منتظر نہیں، بلکہ ہم سب کے والدین بھی اس شبھ گھڑی کی انتظار میں ہیں کہ جب آپ ویدی کے گرد چکر لگا کر کسی راجکماری کا پانی گرہن (ہاتھ پکڑنا) کریں گے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انسانی زندگی مختصر ہے اور اس کا ادیش بہت بڑا ہے اور شادی کا سوال اس مقصد کے حصول کے بالکل منافی ہے۔ تاہم انسانی زندگی کا یہ بھی ایک ضروری جزو ہے۔ کہ انسان اپنے والدین کے حکم کی پوری پوری تابعداری کرے۔ ہم نے اس قدر عرصہ آپ کی مصاحبت میں گذارا ہے اور ہمیں یاد نہیں کہ آپ نے کسی موقع پر بھی ہماری عرضداشت کو ٹھکرایا ہو۔ اندریں حالات کیا ہم کو یہ امید نہ کرنی چاہیئے کہ ہماری گذارش بھی شرفِ قبولیت حاصل کرے گی؟

راجکمار نے اس کا یہ جواب دیا۔

"اے میرے ذی ہوش دوستو! ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ لوگ موہ کے کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہو۔ اول تو آپ کا یہ خیال ہی فاسد ہے۔ دوسرے میرے ہی ہمجولی ہو کر آپ لوگ میری ہی تباہی کے سامان پیدا کرنا چاہتے ہو۔ یہ تمہیں اچھی طرح سے معلوم ہے کہ بیوی اور بچوں سے موہ کا ہونا ہی کرم بندھن کی بنیاد ہے۔ یہ موہ ہماری خودشناسی کے رستہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ علاوہ ازیں ہم نے اپنی اپنی سابقہ زندگیاں بیوی اور بچوں کے ساتھ ہی گذاری ہیں۔ کیا ابھی تک ہماری طبیعت سیر نہیں ہوئی؟ منشیہ جنم کا ملنا ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ ہم نے یہ پاکدامنی سے گذارنے اور نروان حاصل کرنے کے لئے پائی ہے۔ نہ کہ نفس پرستی اور عیش و عشرت کے لئے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ہم اپنا یہ قیمتی جیون بیوی اور بچوں کی صحبت میں کیوں گذاریں۔ کیوں ہم ان کے ساتھ مل کر ہی کھائیں پئیں، سوئیں، کھیلیں اور کھیل تماشے دیکھنے جائیں۔ دنیا کے یہ عیش و طرب ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں۔ کئی مہاپرشوں نے اپنی بیویوں کے موہ میں پھنس کر اپنی زندگی تباہ کر لی۔ اسلئے اے بھائیو! میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر آپکو حقیقی

اطمینانِ قلب یعنی سچی شانتی مطلوب ہے تو آپ اس بارہ میں کمزوری نہ دکھائیں اس جال سے خود دور رہیں۔ اور اوروں کو بھی اس پھندے سے بچائیں میں نے مدت سے دنیاوی زندگی کو خیر باد کہہ دی ہوتی۔ اگر مجھے اپنے ماتا پتا کے پریم کا خیال نہ ہوتا کیونکہ وہ میری جدائی سے زندہ نہ رہ سکتے تھے۔

اس طویل قیل و قال میں راجکمار کا پانسہ زبردست رہا اور اس کی زبردست دلائل کے سامنے سب دوست لاجواب ہو گئے۔ ان سب کے منہ پر مہرِ سکوت لگ گئی وہ اس جگہ سے چلنے ہی کو تھے کہ یکایک مہارانی ترشلا اس مقام پر آنکلیں۔ راجکمار اور اس کے تمام دوستوں نے بڑے آدر سے مہارانی کے سامنے سر جھکایا۔ پھر راجکمار نے مسکراتے ہوئے چہرے سے کہا "میری پیاری ماتا جی! یہ آپ کی اپار کرپا ہے کہ آپ نے تکلیف اٹھا کر اپنے درشنوں سے مجھے نہال کیا ہے لیکن آپ کو تشریف آوری کی زحمت نہ اٹھانی چاہیے تھی بلکہ مجھے یاد کر کے اپنے محل بلوا بھیجا تھا۔ اور مجھے آپ کے ارشاد کی تعمیل میں وہاں حاضر ہونے میں خوشی محسوس ہوتی۔"

تب مہارانی ترشلا نے فرمایا "اے میرے پیارے بیٹے! اپنی سابقہ زندگیوں کے شبھ کرموں کے پھل میں تیرے جیسے نیک بیٹے کا میرے ہاں پیدا ہونے کا مجھے موقع ملا ہے یہ پراپت ہوا ہے۔ تمام جوتشیوں نے بھی بتایا ہے اور ہم خود بھی دیکھتے ہیں اور روز بروز محسوس کرتے ہیں کہ تم جیسے کو مجھے اپنے بطن سے تولید کرنے کا فخر ہے وہ آتما ہو کہ جس کو لوگ پرستش کرنے کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہ بات میرے لئے میرے پتا کے خاندان کے لئے اور میرے سسرال کے خاندان کے لئے قابلِ فخر ہے مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ اس تمہاری آتما کا وجود اس دنیا میں پستی میں پڑی ہوئی ہستیوں کو بلند کرنا ہے تاہم ہمارے ان دنیاوی دلوں سے تمہارے متعلق بیٹے پن کا بھاؤ بھی نہیں نکل سکتا۔ میں اور تمہارا باپ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی تم کو اپنا بیٹا تصور کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے

کہ ہم اپنی آنکھوں سے تمہاری شادی کی رسم دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ ہماری دلی خواہش ہے کہ تمہاری دلہن کا پیارا چہرہ دیکھیں۔ اے پیارے بیٹے! یہ تمہاری بڑی برخورداری ہوگی۔ اگر تم اپنے پاکیزہ دل اور نیک طبع کو اجازت دو۔ کہ تمہاری ماتا کی یہ چھوٹی سی درخواست منظور کرے۔ اور وہ بھی ہماری خوشنودی کے لئے میری جان! ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری شہرت کا سورج ساری روئے زمین پر اپنی ضو پھیلائے۔ اس دنیا کے لیے یاد و مددگار رہنے کو کے لئے تمہارے جیون کا حقیر سے حقیر واقعہ باعث تقلید ہو۔ یہ میری اشیرباد اور دلی بھاونا ہے۔"

اتنا کہہ مہارانی نے چپ سادھ لی۔ اس نے راجکمار کو تفکر عمیق کے بھنور میں ڈال دیا۔ ایک طرف ویراگ کا زبردست جذبہ تھا۔ دوسری طرف اپنی قابل پرستش ماں کا حکم تھا۔ دل میں بڑی کشمکش اور جدوجہد پیدا ہوگئی۔ ایک طرف اصلی فرض کا احساس تھا۔ دوسری طرف دنیاوی فرض کا خیال تھا۔ ایک طرف پرانی ماتر کا دکھ پکار پکار کر بلا رہا تھا۔ دوسری طرف ماتا کی التجا محبت کی تصویر اور پریم کی زنجیریں کر کھڑی تھی۔ بڑے ہی غور و خوض کے بعد راجکمار نے یہی فیصلہ کیا کہ اپنے پوجیہ ماتا پتا کے حکم کی تعمیل کرے۔ اس لئے اس نے اپنی پیاری ماتا اور ہمجولیوں سے کہا۔

" اگرچہ میں اپنے شادی کرانے میں کوئی خاص لابھ نہیں دیکھتا۔ تاہم اگر میرا شادی کرا لینا میرے ماتا پتا کی خوشنودی اور رضاجوئی کا باعث بن سکتا ہے۔ اور ساتھ ہی میرے دیگر رشتہ داران اور دوستوں کی خوشی بھی اسی میں ہے تو میں اپنی خوشی اور بہبودی ان کی خاطر قربان کرنے کو طیار ہوں آپ سب لوگ یقین مانیں کہ اس بات کا اعلان کر دینے میں مجھے ذرا بھی جھجک نہیں ہے۔"

جب یہ الفاظ راجکمار کے منہ سے سنے تو محبت کی دیوی ماتا اور دوستوں

کے چہرے خوشی سے دمک اُٹھے اور انہوں نے راجکمار کی نرم دلی اور نرم مزاجی کی از حد تعریف کی۔ اور پھر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ماتا ترشلا بھی راج محل کو واپس آئی اور سارا ماجرا راجہ سدھارتھ سے بیان کیا راجہ یہ سُنکر بہت خوش ہُوا۔ اور اس نے راجہ سمرویر کے پیغامبروں کو اسی وقت مطلع کر دیا۔ وہ لوگ اس بات کو جان کر اتنے محظوظ ہوئے کہ وُہ راجکماری۔ اس کے والدین اور اس کے لواحقین کی خوش قسمتی کو سراہنے لگے شہر کے لوگ بھی یہ خبر سُن کر خوشیاں منانے لگے۔ تب بڑی دھوم دھام سے راجکماری یشودھا کی منگنی کی رسم راجکمار وردھمان سے ادا کی گئی۔ پھر شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے بعد دُوتوں کو راجہ سدھارتھ نے بہت سی نقدی اور راجہ سمرویر کے لئے بہت سے تحفے تحائف دیکر وداع کیا۔

راجکمار وردھمان کی گرہستی زندگی

مقررہ تاریخ کو راجکمار کی شادی بڑی شان و شوکت اور بڑے تزک و احتشام سے کی گئی۔ نزدیک دُور کے بہت بڑے راجوں مہاراجوں و دیگر مشہور ہستیوں کی شمولیت سے اس موقع کی شان اور بھی دو بالا ہو گئی تھی۔ اس موقعہ پر بھی جیل سے قیدی رہا کئے گئے۔ ٹیکس اور مالیا نے معاف کئے گئے اور بے شمار تحفے تحائف مہمانوں اور رعایا کے آدمیوں کو دئے گئے۔ راجکماری یشودھا بار بار اپنے بھاگیہ کو سراہتی تھی۔ کہ اسے ایسا نیک دل۔ ویر۔ خوش مزاج اور نیک طینت راجکمار بطور پتی کے ملا ہے۔ راجکمار کے والدین اور دیگر رشتہ داران کی دیرینہ خواہش بر آئی جب انہوں نے اس پیاری دلہن کا چاند سا مکھڑا دیکھا۔ راجہ سمرویر نے بہت سے ہاتھی۔ گھوڑے۔ رتھ مال و اسباب اور نقدی معہ غلاموں اور داسیوں کے اپنی پیاری پتری یشودھا کے جہیز میں دئے تھے۔

اس موقعہ پر سلطنت کے کونے کونے میں شادیانے بجائے گئے۔ اور خوشیاں منائی گئیں۔ جگہ جگہ سے راجہ صاحب اور دولہا دلہن کے نئے جوڑے کو مبارکباد دیں اور بدھائیاں آئیں۔ اس شادی کی خوشی سوائے ایک انسان کے ہر کہہ ومہ ہر مرد وزن ہر بچے بوڑھے کو تھی۔ اور وہ انسان جس کو کوئی خوشی نہ ہوئی تھی۔ وہ خود راجکمار وردھمان تھا۔ اس کے دل میں کوئی مسرت نہ تھی وہ اب بھی ویسا ہی شانت اور بے نیاز تھا۔ جیسا کہ شادی سے پہلے تھا۔ اسکی یہ حالت والدین اور دیگر متعلقین کے لئے گویا ایک خطرہ کی گھنٹی تھی۔ یہ اس بات کا الارم تھا کہ یہ شہزادہ زیادہ دیر تک گرہست کے بندھن میں نہ رہے گا اگرچہ اب وہ ظاہرا طور پر گرہست جیون بسر کر رہا تھا۔ اور شاہی محلات کے تمام مزے لوٹ رہا تھا۔ لیکن حقیقت یہ تھی۔ کہ عام لوگوں کو تو ایسا ہی دکھائی دیتا تھا۔ مگر اس کے دل میں ایک ہی دُھن سمائی ہوئی تھی۔ اور وہ یہ تھی۔ کہ کس طرح سے وہ زیادہ سے زیادہ اپنے آپ پر قابو پا سکتا ہے۔ کس طرح سے وہ بیش از بیش نفس کشی اور خود ضبطی کے اوصاف کو حاصل کر سکتا ہے۔ بلاشبہ وہ تمام دنیاوی خوشیوں سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ جو از خود اس کے سامنے آتی تھیں۔ لیکن وہ لذت اٹھانے کے خیال سے ایسا نہیں کرتا تھا۔ بلکہ بالکل لاپرواہی۔ بے نیازی اور خود ضبطی کو ہر آن مدِنظر رکھتا تھا۔

سوال ہو سکتا ہے کہ باوجود اتنی اونچی آتما رکھنے کے بھگوان مہاویر گرہستی زندگی میں کیوں پڑے؟ ماں باپ کی یہ دنیاوی خواہش اس امرت کے جیون کے مقابلہ میں کوئی وزن نہ رکھتی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بھگوان مہاویر کو یہ سب کچھ مجبوراً کرنا پڑا۔ یہ اور جگہ عرض ہو چکا ہے کہ جین دھرم کی فلاسفی کے مطابق کوئی کرم بھگتان کئے بغیر ختم نہیں کئے جا سکتے۔ چونکہ اس آتما کے کچھ کرم ابھی باقی تھے۔ وہ اسی طرح ختم کئے جا سکتے تھے۔ مہاویر سوامی کو نہ دولت کی ہوس تھی نہ شہرت کی آرزو۔ باوجود سب کے ساتھ تعلق رکھنے کے مہاویر سوامی کو م

اپنے والدین سے موہ تھا نہ اپنی دھرم پتنی سے ۔ ایک ہی خیال ایک ہی مقصد جو اُن کے سامنے تھا ۔ وہ تھا پرانی ماتر کے ساتھ بھلائی اور انجام کار کیول گیان حاصل کرنیکا ۔ ان کی یہ زبردست خواہش تھی ۔ کہ جلد از جلد دنیاوی دھندوں کو تلانجلی دے کر سادھو کی زندگی بسر کریں ۔ ان کی زندگی کا بڑا مقصد یہ تھا کہ دکھی پرانیوں کو شانتی دیں اور پھر خود نرواں حاصل کریں ۔ وہ محض اپنی موکش اور نجات کیلئے ہی کوشاں نہیں تھے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی راہِ راست پر چلاتے تھے وہ اپنی ودیا اور گیان کے بل سے لوگوں کے شکوک رفع کرتے تھے اور ان کے سنشے دُور کرتے تھے ۔ علاوہ ہر ایک بات کے متعلق لوگوں کی پیروی کے لئے اپنی زندگی کا نمونہ پیش کرتے تھے ۔ ان کے جیون کا ہر ایک شعبہ ان کی زندگی کا ہر ایک پہلو ان کی طرز رہائش کا ہر ایک صیغہ قابلِ تقلید تھا جب لوگ شری مہاویر سوامی کو سادھو کے دس دھرم پالن کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو وہ بھی ان کے قدم بہ قدم چلتے تھے ۔ یہ امر واقعہ ہے کہ جبتک اصل حقیقت سے آگاہی نہ ہو اس قسم کی بے نیازی جو دُنیاوی خوشیوں سے لُطف اندوز ہوتے ہوئے اور نیز گیان حاصل کرتے ہوئے شری مہاویر جی ورت رہے تھے عمل میں نہیں لائی جا سکتی اس جماعت کے لوگ دنیا میں رہتے ضرور ہیں ۔ دنیا کے بھوگ بھی بھوگتے ہیں رنج اور راحت میں بھی شریک ہوتے ہیں ۔ لیکن جب ان کی دُنیاوی زندگی نظر تعمق سے دیکھی جائے تو پتہ لگتا ہے کہ وہ دُنیا میں اسی طرح رہتے ہیں ۔ جیسے پانی کے اندر کنول پھول یعنی اس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے بالاتر اور بے لوث رہتے ہیں ۔ جیسے کنول پھول پانی میں اُگتا ہے ۔ اسی سے خوراک حاصل کرتا ہے لیکن اس سے اوپر اوپر رہتا ہے اور اسے اپنے ساتھ کبھی نہیں لگنے دیتا ۔ ایسے لوگ گویا اس دُنیا میں یہ عہد لیکر آتے ہیں کہ کرم کے وش میں ہوکر دنیاوی بھوگوں کو بغیر لذت کے بھاؤ کے بھوگتا ہے اور بڑی سے بڑی رنج و آفات میں مصائب و آلام میں سمابھاو دشا کر یعنی دھیر اور شانت رہتا ہے ۔ راجکمار وردھمان نے

اپنی لواہمت یعنی شادی شدہ زندگی کا کچھ حصہ اس ڈھنگ سے بسر کیا۔ اس عرصہ میں اس کے محلات عیش و نشاط اور رقص و سرود کے ساز و سامان سے سجائے رہتے تھے جن کی غرض یہی تھی کہ شہزادہ کو کسی نہ کسی طرح سے ان پر لوبھنوں میں پھنسا کر تیاگی جیون سے باز رکھا جائے۔ لیکن اس کا پاکیزہ دل روز بروز اس دنیا کی فضولیت اور غیر مستقلی کو محسوس کرتا ہوا تیاگ کی طرف بہا چلا جا رہا تھا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ اسے اس اقرار کا بھی احساس تھا جو اس نے اپنی ماتا کے گربھ میں کیا تھا کہ والدین کے جیتے جی وہ سنیاس نہ لے گا۔

اندریں اثناء شہزادی یشودھا گربھ وتی ہو گئی اور مقررہ وقت پر لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کا نام پریہ درشن رکھا گیا۔ بعد ازاں جب وہ جوان ہوئی تو اس کی شادی جمالی نام کے ایک شہزادے سے ہوئی۔ یہ راجکمار ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اور عمر۔ گن۔ صحت۔ ودّیا اور خیالات کے لحاظ سے راجکماری کے لئے ایک موزوں ور تھا۔

راجہ سدھارتھ اور مہارانی ترشلا اب بوڑھے ہو چلے تھے۔ ایک دن وہ اکٹھے بیٹھ کر اس طرح سے بات چیت کرنے لگے "ہمارے جسم اب بڑے کمزور ہو گئے ہیں۔ اب ہمارا یہ دنیاوی سفر جلد از جلد ختم ہونے والا ہے آج تک ہم کو دنیا کے موہ اور پتر وردھمان کی محبت نے تیاگ جیون بسر کرنے سے روکے رکھا ہے۔ اپنی خود غرضی اور دنیاوی ترقی کے خیال سے ممکن ہے ہمارا یہ رویہ درست کہا جا سکے۔ لیکن دھرم کے اصولوں اور پرلوک سدھار کے نکتہ نگاہ سے ہم بلا شبہ غلط راہ پر گامزن رہے ہیں مگر اب ہم کو بیدار اور خبردار ہو کر اپنے اصل مقصد کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اس ضرب المثل پر عمل کرنا چاہیے "بیت گئی سو بیت گئی باقی رہی سنبھال" ہمیں اب اپنی لقایا زندگی کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اب ہمیں واجب ہے کہ تیاگ کا جیون بسر کر کے اپنی آتما کو پوتر کریں۔ اب ہمیں اولاد کا فکر اور دھیان چھوڑ دینا

چاہیئے۔ بڑا راجکمار نندی وردھن بڑا شریف، حلیم اور فرمانبردار ہے۔ وہ ہمارے خاندان کی آن اور شان کو اچھی طرح سے قائم رکھیگا۔ کمار وردھمان بھی ہر طرح سے لائق و فائق تھا۔ سب ہر کہہ و مہ اپنا پیارا جانتا ہے اور دھارمک نقطۂ نگاہ سے لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ راجہ اور رانی ہر دو ان خیالات میں مستغرق تھے۔ اس لئے ان دونوں نے گھر میں رہتے ہوئے انشن برت لینے کا فیصلہ کیا۔

اچھیت کی تکمیل کے لئے پہلا عہد انہوں نے یہ لیا کہ پرانی ماتر کے ساتھ دیا کا بھاو رکھیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ اقرار کیا کہ اٹھارہ قسم کے پاپوں یعنی دُکھ دینا، جھوٹ بولنا اور چوری کرنا وغیرہ سے پرہیز کریں گے۔ اس کے بعد اُنہوں نے اپنے گورو کے سامنے اپنے سابقہ پاپوں کا اقبال کیا۔ اس کے بعد ایک ایکانت مقام پر سوکھی گھاس پر بیٹھ کر انہوں نے کھانے پینے کے متعلق برت لیا۔ دھارمک بھاؤ تو اُن کے اندر پہلے ہی کافی بھرے ہوئے تھے کیونکہ وہ تیئیسویں تیرتھنکر شری پارشو ناتھ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے مہاتما شری کمار کے شِشیہ کے شراوک اور شراوکا تھے۔ ان تمام برتوں کے لینے کے بعد انہوں نے اعلیٰ درجہ کے شراوک کے طور پر کچھ عرصہ گذارا۔ اور اس کے بعد نہایت خوشی خوشی پرلوک سدھار گئے اور وہاں انکو ایک اُتم لوک میں نواس ملا۔ جس وقت شری وردھمان جی کے ماتا پتا کا دیہانت ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ۲۸ سال کی تھی۔ باقی رشتہ داروں اور راجکمار نندی وردھن نے راجہ سدھارتھ اور مہارانی ترشلا کی جدائی کو بہت محسوس کیا۔ لیکن شری وردھمان جی نہ صرف خود شانت رہے بلکہ دوسرے سبھوں کو بھی تسلی دی۔ انہوں نے اپنے بھائی نندی وردھن جی کو ان لفظوں میں سمجھایا۔ اے بھائی! سدا سونا موت کو فنا ہر کرتا ہے۔ جو پیدا ہوا ہے اس نے دیر یا سویر ضرور مرنا ہے اس دنیا میں کوئی چیز غیر فانی نہیں ہے۔ اس لئے جو چیز سدا رہنی نہیں ہے اس کے لئے شوک یا رنج کرنا فضول ہے۔ انسان میں دو ہی چیزیں ہوتی ہیں

ایک جسم اور دوسرے آتما۔ جسم کے لئے رنج منانا غلطی ہے کیونکہ جسم تو مادی ذرات کا بنا ہوا ہے۔ اور جب یہ جُدا جُدا ہو جائیں گے تو بجائے خود یہ لافانی ناش رہت اور غیر مبدل بن جائیں گے۔ داتا لوگ موہ میں نہیں پھنستے دوسری چیز جو آتما ہے وہ تو مسلمہ طور پر غیر فانی ہے۔ اس لئے بدھی مان لوگ جنم کی خوشیاں نہیں مناتے اور موت کا رنج نہیں مناتے۔ جو لوگ اصلیت سے بے خبر ہیں وہی شریر اور آتما کو ایک چیز سمجھتے ہیں اور اس لئے جنم ہونے پر خوشیاں مناتے ہیں اور موت ہونے پر چیختے چلاتے ہیں۔ اس لئے بھائی صاحب! میں آپ سے انتی کرتا ہوں کہ آپ اس غم و رنج کو چھوڑیئے۔ اور جو کام کرنے والا ہے اس کی طرف متوجہ ہو جیئے۔ دنیا تو نام ہی جنم اور موت کا ہے۔ یہ سلسلہ تو اس میں چلتا ہی رہتا ہے۔ جبتک دنیا ہے تب تک یہ سلسلہ برابر جاری رہیگا۔ دنیا کی ہستی ہی اس پر منحصر ہے۔ کرپا کر کے اٹھئے اور تسلّی کرائیے رنج و غم منانا بزدلوں اور جاہلوں کا کام ہے۔"

اپنے بھائی کے ایسے شانتی دینے والے الفاظ کو سنکر نندی وردھن جی کو کافی تشفی ہوئی۔ اور اس کے دل سے رنج و غم دُور ہو گئے۔ نندی وردھن جی بڑے بھائی صاحب تھے اب تخت پر انہوں نے متمکن ہونا تھا لیکن یہ دیکھ کر کہ عوام چھوٹے بھائی شری وردھمان جی کو بہتر جانتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ وہی تخت پر بیٹھیں اس لئے نندی وردھن جی نے شری وردھمان جی سے پرارتھنا کی کہ وہ پتا کے تخت و تاج کو سنبھالیں۔ اور حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیں۔ بلاشبہ بڑا بیٹا ہونے کی حیثیت سے تخت کے حقدار وہ تھے لیکن دو باتوں کی وجہ سے وہ تخت سے دستبردار ہوئے۔ ایک وجہ تو پہلے بیان ہو چکی ہے یعنی عوام کی رائے اس کی خوبیوں کی وجہ سے چھوٹے بھائی کے حق میں تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ نندی وردھن خود نیتیا کا جیون بسر کرنا چاہتا تھا لیکن شری وردھمان کے لئے اپنے بھائی کی تجویز کو منظور کرنا ناممکن تھا۔ ایک تو اس لئے

کہ عام رواج کے مطابق بڑا بھائی ہی تخت و تاج کا حقدار ہوتا ہے۔ دوسرے اس کی زندگی کا مقصد ہی کچھ اور تھا۔ یعنی روحانی حکومت کا مالک بننا۔ جو کہ دائمی حکومت ہے۔ پھر اس کو ایسی حکومت حاصل کرنے کے لئے کس طرح سے بہلایا جا سکتا تھا۔ جو کہ ایک جنم تک ختم ہونیوالی ہے۔ جب امراء اور وزراء کو یقین ہو گیا۔ کہ شری وردھمان جی شاہی ٹھاٹھ کو نہیں سنبھالیں گے۔ تو انہوں نے آخر کار بڑے بھائی نندی وردھن جی کو بلا کے تخت پر بٹھایا اور شاستروں کے احکام کے مطابق تاجپوشی کی رسم ادا کی گئی۔

نندی وردھن جی کے تخت پر جانشین ہونے کے بعد ایک دن شری وردھمان جی ان کو ملنے کے لئے گئے۔ راجہ جی نے ان کا پرزور استقبال کیا اور تشریف آوری کا باعث پوچھا تب شری وردھمان جی نے بیحد اضطراب کی حالت میں یوں جواب دیا۔

"بھائی صاحب مجھ سے اب اس دنیا میں نہیں رہا جاتا۔ آپ براہ نوازش مجھے سنیاس لیکر آتما کا کلیان کرنے کی اجازت دیجئے۔ میرا من بڑا بے قرار رہتا ہے۔" یہ الفاظ سنکر راجہ نندی وردھن جی کے دل کو ٹھیس لگی۔ جدائی کا خیال کر کے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اور اس نے افسوس کے ساتھ کہا۔

"میرے پیارے وردھمان! مجھے پہلے والدین کی جدائی کا ہی از حد قلق ہے اگر آپ بھی مجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے تو میری زندگی کیسے قائم رہے گی۔ آپ کی نسبت ہر ایک بچہ بچہ جانتا ہے کہ آپ رحم اور شفقت کا چشمہ ہیں۔ پھر کس طرح سے آپ میرے دل کے مندمل زخموں کو دوبارہ تازہ کرنے کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ میں اور کچھ زیادہ عرض نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ آپ خود دانا ہیں۔ اور اصلیت سے آگاہ ہیں۔ اس بارہ میں آخری فیصلہ کرنے سے پیشتر رعایا کی اور میری حالت پر غور فرمائیں اور ہمیں اسی طرح اندھے کنوئیں میں نہ پھینکیں"

شری وردھمان کا نرم دل اپنے بھائی کے یہ الفاظ سنکر بھر آیا۔ اور وہ اس

سے زیادہ کچھ نہ سن سکے۔ وہ فوراً کھڑے ہو گئے اور اپنے محل کو واپس آ گئے۔
راج نندی وردھن کے الفاظ نے بڑا گہرا اثر پیدا کیا۔ اب ان کے دل میں جوار بھاٹا سا اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک طرف تو وہ اپنی منزل کی راہ تھی جس کے لئے انہوں نے یہ جنم لیا تھا۔ دوسری طرف اپنے قبیلے والوں کی محبت اور کشش تھی۔ وہ بڑی کشمکش میں پڑ گئے۔ وہ ایک بند کمرے میں خلوت میں بیٹھ گئے۔ اور نظرِ تعمق سے سارے معاملے پر غور کیا۔ اور آخر کار یہ فیصلہ کیا۔ کہ کچھ مزید عرصہ کے لئے ابھی گھر نہ چھوڑا جائے۔ اگرچہ یہ فیصلہ ان کے دلی جذبات کے مطابق نہ تھا۔ تاہم چونکہ اپنے بھائی اور عوام کو اس وقت خوش کرنے کی اور کوئی سبیل نہیں تھی۔ انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ مزید دو سال تک گھر چھوڑنا ملتوی کیا جائے۔ لیکن اب انہوں نے تمام قسم کے بھوگ تیاگ دئے۔ ایک سال اس طرح اور نکل گیا۔ اور رشی وردھمان جی کے فیصلہ کے مطابق اب صرف ایک سال اور گھر چھوڑنے میں رہ گیا۔
جب بھگوان مہاویر پورے ۲۹ سال کے ہو گئے تو جین شاستروں کے فرمان کے مطابق کئی دیوتاؤں کی طرف سے ان کو پرارتھنا کی گئی کہ اب وہ دنیا کی نجات کا کام شروع کریں۔ دنیا کو سیدھی اور سچی راہ دکھائیں۔ تا کہ لوگ اہنسا کے جھنڈے تلے آئیں اور شانتی سکھ اور آنند حاصل کریں۔ اب بھگوان مہاویر نے سب سے پہلے دان کی اہمیت لوگوں کو بتلانی چاہی۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انسانی بہبودی کے لئے جنتہ کے کلیان کیلئے اور موکش حاصل کرنے کے لئے دان یا سخاوت سب سے پہلی اور ضروری بات ہے۔ اس مقصد کو مدِ نگاہ رکھتے ہوئے انہوں نے غریبوں اور محتاجوں کو دان دینا شروع کیا۔
شاستروں میں لکھا ہے کہ جو آدمی دان دینے والا ہوتا ہے۔ وہ سب کا پیارا بنتا ہے۔ اس کے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں۔ دان وہ خوبی ہے جو تمام عیبوں کو دور کرتی ہے۔ دان کی مہا نتا سو گنا ہو جاتی ہے۔ اگر وہ انکساری

سے میٹھے لفظ بول کر دیا جائے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ دانی آدمی کا شیریں زبان ہونا مشکل ہے۔ عالم کا منکسر المزاج ہونا مشکل ہے یعنی قدردان کا نمر ہونا مشکل ہے۔ بہادر آدمی کا بردبار ہونا مشکل ہے۔ دولتمند کا سخی ہونا مشکل ہے۔ لیکن بھگوان مہادیر میں یہ تمام خوبیاں پائی جاتی تھیں۔

راجہ نندی وردھن نے بھی اپنے پیارے بھائی کی اس نیک ارادے کی تکمیل میں پوری مدد دی۔ اس نے جابجا خیرات خانے کھول دئیے جہاں پر کھانے اور کپڑے کے علاوہ اور کئی چیزیں بھی دی جاتی تھیں۔ اندھے، لولے لنگڑے، مریض گونگے، یتیم اور دوسرے ایسے لوگ جو اپنی روزی کمانے کے ناقابل تھے ان خیرات خانوں سے امداد پاتے تھے۔ اب شہر اور باہر کے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ راجکمار جلد ہی گھر بار کو چھوڑ دیگا۔ اور سادھو بن کر روحانی عروج حاصل کرے گا۔ راجکمار کے اس ارادے نے بہت سے وچاروان لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا۔ کہ ہم کیوں اس دنیا میں پھنس کر زندگی تباہ کریں اور وشے بھوگ میں اپنا آپ کیوں نشٹ کریں۔ انہوں نے اپنے دل میں سوچا وائے ہم پر جو دنیا میں ان موہنی چیزوں پر مر رہے ہیں۔ دنیاوی لذات کے پیچھے پڑ کر ہماری زندگی ضائع جا رہی ہے۔ ہم اس کا کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے ایک تو ہم ہیں کہ دنیاوی زر و مال کے لئے پاگل بنے ہوئے ہیں۔ ایک یہ نوجوان مہادیر ہے کہ جاہ و حشمت اور بے شمار خزانوں کو لات مار رہا ہے اور سادھو بننے کو طیار ہوا ہے۔"

اس قسم کے خیالات اکثر لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو رہے تھے اور یہ باتیں گھر گھر ہو رہی تھیں اور لوگ جوق در جوق بھگوان کے درشنوں کے لئے اور ان کے پاؤں پر سر جھکانے کے لئے آنے لگے۔ اور سا تھ ہی وہ دان بھی لے جاتے۔ کیونکہ شاستروں میں لکھا ہے کہ اگر آدمی ایسا دان اپنا جو تیرتھنکر بننے والے ہیں بڑا باعث برکت ہوتا ہے۔ اگر راجہ لوگ ایسا دان لیکر اپنے خزانہ میں رکھ لیں تو

اس میں کم ازکم بارہ سال تک کمی نہ آئیگی۔ نیز وہ لوگ جو شان اور بڑائی کے طلبگار ہیں ان کو اس دان سے یہ بھی مل جاتی ہے۔ مریضوں کو شفا ملتی ہے۔ اور پھر کم ازکم بارہ سال تک مرض شکل نہیں دکھاتی۔

اس طرح سے بھگوان مہاویر دان میں چیزیں دے رہے تھے اور لوگ شکریہ کے ساتھ لے رہے تھے۔ دیوتا لوگ اس کام میں ہر قسم کی امداد دے رہے تھے۔ لکھا ہے کہ ایک سال تک دان کا دیا جانا جاری رہا۔ اور قریب چار ارب کی مالیت کے سونے کے سکّے دان میں بھگوان مہاویر نے دئے۔ راجہ نندی وردھن نے جو کچھ دیا وہ اس کے علاوہ تھا۔

یہ دان کا مفصل حال اور رقم محض اس غرض کے لئے بیان ہوئی ہے کہ دان کی مہما اور اہمیت لوگوں کو معلوم ہوسکے۔ بھگوان مہاویر نے اپنی مثال سے یہ بات دکھائی ہے۔ کہ غریبوں اور حاجتمندوں کو زیادہ سے زیادہ دان دینا چاہئیے کیونکہ کلیان اور موکش پراپتی کے لئے یہ سب سے پہلا اور سب سے ضروری سادھن ہے۔ جب انسان کے دل سے حرص و آز اور موہ کا جذبہ دور ہوجاتا ہے۔ اور اس قسم کا کوئی خیال نہیں آتا کہ یہ میرا ہے۔ یہ تیرا ہے بلکہ مساوات اور یکسانیت کا بھاو من میں پختہ ہوجاتا ہے۔ تب وہ دان دینے کا پورا اہل بن جاتا ہے۔ جس انسان نے یکسانیت کا یہ بھاو حاصل نہیں کیا۔ وہ دینے میں کشادہ دل اور وسیع الخیال نہیں ہوسکتا۔ ایک کنجوس آدمی تو دان دینے کا نام سنکر ہی کانپ اٹھتا ہے۔ اگر وہ کہیں سن پاوے کہ شری مہاویر نے بیک وقت چار ارب کے قریب مہریں دان کیں تو شاید اس کے پران ہی نکل جائیں۔ کیونکہ اسے یا تو لینا آتا ہے یا چھپ جانا دان دینا نہیں آتا یہی وجہ ہے۔ کہ وہ موہ اور لوبھ کے زبردست پھندے میں گرفتار رہتا ہے

لوبھ اور موہ تمام قسم کے پاپوں اور عیبوں کا باعث ہوتا ہے اور یہی کرم کے بندھن میں ڈالتا ہے۔ جس قدر زیادہ کوئی انسان اس دنیا سے کم لگاؤ